Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 32, Sr.No.85, 2011, pp 49 - 80

مجلّہ تحقیق
مجلّہ کلیہ علوم شرقیہ
جلد ۳۲، اکتوبر۔دسمبر ۲۰۱۱ء، شمارہ ۸۵

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی توسیع پسندی کے خلاف جنوبی کشمیر کے مسلمانوں کی جدوجہد (1810-19ء)

ڈاکٹر عبدالرحمٰن☆

Abstract:

The state of Jammu and Kashmir had an area of 84471 Sq. miles. Towards south the state borders with Punjab province now included in Pakistan. The shortest route which linked Srinagar, the capital of state, with sub-continent passed through these areas well known as Bhimber and Rajoure.

Maharaja Ranjeet Singh when, after establishing his rule in Punjab, started his expansion expedition towards the Kashmir, in 1810, the muslims of southern Kashmir, divided in petty hill states, rose in revolt under the banner of their local chiefs and rulers well known as Rajas. Maharaja Ranjeet Singh tried his best to subjugate and occupy the Kashmir but all his efforts went in vain due to gallant resistance of the muslims of southern Kashmir. When the Afghan dynasty of Kabul fell into anarchy and the Governer Kashmir, appointed by Afghan King, restricted himself only to valley of Kashmir, the Muslims of southern Kashmir angrily gave up their hands from resistance and this paved the way for subjugation of Kashmir by Maharaja Ranjeet Singh in 1819.

This article reveals the courage, bravery and valour which the muslims of these areas showed in their struggle against Maharaja Ranjeet Singh's expansion towards Kashmir.

۱۷۰۷ء میں مغلیہ حکمران اورنگزیب عالمگیر کی وفات کے ساتھ ہی اس کے بیٹوں کے درمیان تخت نشینی کے لئے شروع کی گئی کشمکش اور لڑائیوں نے مغلیہ سلطنت کی بنیادوں کو غیر مستحکم

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ تاریخ، پرنسپل گورنمنٹ انٹر کالج بنجیڑی ضلع بھمبر

کر دیا اور دارلحکومت دہلی امراء اور وزراء کی باہمی آویزش، ذاتی اغراض و مفادات اور مذہبی فرقہ بندیوں کی نفرتوں کی وجہ سے سازشوں کی آماجگاہ بن گیا تھا۔ اس سیاسی ابتری اور باہمی کشمکش سے مرکز گریز قوتوں کی حوصلہ افزائی ہوئی اور ہندوستان کے مختلف حصوں میں انہوں نے ابھرنا شروع کر دیا تھا۔ جنوبی ہندوستان میں مرہٹہ قوم نے اور پنجاب میں سکھ مذہبی فرقہ نے لوٹ و مار، قتل و غارت اور مقامی حکومتوں کے خلاف محاذ آرائی اور معاندانہ سرگرمیوں کو اپنا مطمع نظر بنا لیا تھا۔ سکھوں کی لوٹ و مار اور غارت گری کی دہشت اس قدر پھیل گئی تھی کہ لفظ سکھ اور ڈاکو ہم معنی بن گیا تھا۔ (۱)

سکھ مذہب کے بانی بابا گرونانک (1538-1469ء) کی تعلیمات کی بنیاد بت پرستی کے بجائے واحدانیت اور خالصتاً الوہیت پر مبنی تھی۔ آپ نے اپنی طویل زندگی میں امن، بھائی چارے اور اخوت کو عام کیا اور مذہبی و سماجی ناہمواریوں اور اختلافات کو کم کرنے اور مفاہمت کو پروان چڑھانے کی تلقین کی تھی۔ (۲) تاہم آپ کے مذہبی جانشینوں (گروں) نے کچھ ہی عرصہ بعد انتہا پسندی کا راستہ اختیار کر کے مذہبی تعصب اور نارواداری کو اپنا مطمع نظر بنا لیا تھا۔ چنانچہ مغلیہ حکمرانوں سے ان کا ٹکراؤ ناگزیر ثابت ہوا۔ جہانگیر بادشاہ کے بیٹے شاہزادہ خسرو نے جب باپ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو گرو ارجن دیو نے شاہزادہ کے ساتھ ملاقات کے بعد اس سے ہمدردی کا اظہار کیا۔ جہانگیر بادشاہ کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے گرو ارجن دیو کے خلاف کارروائی کا حکم دیا جس پر اسے قتل کر دیا گیا۔ گرو ارجن دیو کا قتل سکھ مسلمان دشمنی کا نقطہ آغاز ثابت ہوا اور اس باہمی منافرت میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا۔ بقول پروفیسر سیتا رام کوہلی "یہ کہنا ناموزوں نہ ہوگا کہ یہ ان مظالم کے سلسلہ کی ابتداء تھی جن کی وجہ سے اس مذہبی اور اصلاحی فرقہ کو مجبوراً جنگی فرقہ بننا پڑا۔" (۳)

مغلیہ سلطنت بیرونی حملوں اور خطرات سے محفوظ رہتی تو ممکن تھا کہ داخلی انتشار اور ابتری پر قابو پانے میں مغل حکمران کامیاب ہو جاتے تاہم ۱۷۳۹ء میں ایران کے بادشاہ نادر شاہ کے

ہندوستان پر حملہ اور دہلی کی تباہی و بربادی نے مغلیہ سلطنت کا شیرازہ بکھیر دیا تھا۔ ۱۸۴۷ء سے افغانستان کے بادشاہ احمد شاہ درانی کے ہندوستان پر حملوں سے معاشی و معاشرتی اور سماجی و سیاسی لحاظ سے جس طرح یہاں بے چینی اور ابتری پھیلی تھی اس نے مغلیہ حکمرانی کی زوال پذیری کو مزید تیز تر کر دیا۔ پنجاب کے شہر و دیہات کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔ افغان حملوں کے خوف و دہشت نے بستیوں کو ویران وسنسان بنا دیا تھا۔ عام لوگوں نے عزت و ناموس اور جان و مال کی حفاظت کے لئے پنجاب کے میدانوں سے بھاگنے میں عافیت خیال کی اور ہجرت کر کے جنگلوں اور پہاڑوں میں جا کر آباد ہونا شروع کر دیا تھا۔ احمد شاہ درانی کی حملہ آور فوجوں کی پیشقدمی کے انداز اور اس سے ہونے والی تباہی و بربادی کے واقعات کی منظر کشی کرتے ہوئے سکھ تاریخ کا مصنف ہری رام گپتا تحریر کرتا ہے۔

> They spread about 50kms on each side of the road. Thus over this large area no trace of life was left. The inhabitants had either fled away or were murdered in cold blood. Their animals were seized either for transport or slaughtered for meat. Their property was looted or burnt. The timber of houses, wooden doors and window shutters and trees all served as fuel for cooking meals.(4)

چنانچہ اس پس منظر میں سکھوں نے پنجاب کے ناگفتہ بہ سیاسی، معاشی اور معاشرتی حالات سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور لوٹ و مار کی انفرادی کوششوں کو منظم انداز میں آگے بڑھانے کے لئے مختلف گروہوں اور ٹولیوں کی شکل میں اپنے آپ کو منظم و متحد کر لیا تھا۔ ان کی اس گروہ بندی کو جتھہ بندی کا نام دیا جاتا ہے۔ (۵) ان جتھوں کا باقاعدہ لیڈر یا سردار ہوتا جو جتھہ دار کہلاتا تھا۔ جتھہ داروں نے لوٹ و مار کے لئے پنجاب میں اپنی حدود متعین کر کے مختلف علاقے آپس میں تقسیم کر لئے تھے۔ اس طرح کے بڑے جتھے کے زیر قبضہ علاقہ کو مثل کے نام سے بھی منسوب کیا جاتا تھا۔ (۶) اس طرح کی بارہ سکھ مثلیں جلد ہی پنجاب کے طول و عرض میں قائم ہو گئی

تھیں۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا تعلق گوجرانوالہ کے قریب واقع موضع سکر چک کے نام سے منسوب سکر چکیہ مثل سے تھا جس کی بنیاد اس کے دادا چڑت سنگھ نے رکھی تھی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے والد سردار مہان سنگھ کے زمانہ میں اس مثل کی جنگی طاقت تقریباً پچیس سو سوار پر مشتمل تھی۔ (۷)

مہاراجہ رنجیت سنگھ ۱۳ نومبر ۱۷۸۰ء کو پیدا ہوا تھا۔ ۱۷۹۰ء میں اپنے والد سردار مہان سنگھ کے انتقال پر سکر چکیہ مثل کا اسے سردار تسلیم کر لیا گیا۔ رنجیت سنگھ نے نوعمری میں ہی اپنی مثل کی حدود کو وسعت دینے کے لیے مہم جوئی کا راستہ اختیار کیا بالآخر ۱۷۹۹ء میں سرادر لہنہ سنگھ، سردار گوجر سنگھ اور سردار سوبھا سنگھ کو شکست دے کر لاہور پر قبضہ کرنے میں بھی کامیاب ہو گیا تھا۔ لاہور پر قائم اس مشترکہ حکومت کو عام طور پر حکومت ثلاثہ بھی کہا جاتا ہے۔ (۸) افغانستان کے بادشاہ زمان شاہ نے لاہور کی فتح کا سنا تو وہ اپنے داخلی سیاسی انتشار کی وجہ سے خاموش ہو گیا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کو خلعت عطاء کر کے لاہور پر اس کے قبضہ کو باقاعدہ سند کا درجہ عطاء کر دیا تھا۔ (۹)

پنجاب کے مرکزی مقام لاہور پر قبضہ کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ کی جنگی قوت اور عسکری صلاحیت کی شہرت عام ہو گئی۔ اس نے اب اپنے توسیع پسندانہ عزائم کو بروئے کار لاتے ہوئے اردگرد کے علاقوں کے سرداروں اور حکمرانوں کو مطیع کرنا شروع کر دیا اور اپریل ۱۸۰۱ء میں لاہور میں منعقدہ ایک عظیم الشان جلسہ میں مہاراجہ کا لقب بھی اختیار کر لیا تھا۔ (۱۰)

مہاراجہ رنجیت سنگھ اب توسیع پسندی کے عزائم کی تکمیل میں کامیابی اور کامرانی کی بلندیوں کو چھونے لگا تھا۔ اس نے پنجاب کے مختلف اطراف کے مسلمان نوابوں اور سکھ مثلوں کے سرداروں کے خلاف کارروائیاں شروع کر دیں اور لاہور دربار کی حدود میں روز بروز توسیع ہونے لگی تھی۔ مہاراجہ کسی سردار یا مسلدار کو مطیع کرتا تو اس کے مقبوضات کو سلطنت میں شامل کر کے سردار کو معقول جاگیر عطاء کر دیتا اور اسے اپنے دربار میں کسی اعلیٰ منصب پر سرفراز کر کے اس کی سپاہ کو اپنی فوج میں شامل کر لیتا تھا۔ (۱۱) اس طرح مہاراجہ رنجیت سنگھ کی جنگی قوت میں روز افزوں

اضافہ ہوتا گیا۔ مہاراجہ نے اس قدر تیزی اور کامیابی سے فتوحات حاصل کی تھیں کہ دریائے ستلج کے مشرق میں واقع سکھ مثلوں کے سرداروں نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے توسیع پسندانہ عزائم سے اپنی مثلوں کو محفوظ رکھنے کے لئے بالآخر ایسٹ انڈیا کمپنی کی انگریز حکومت سے امداد حاصل کرنے میں ہی اپنی عافیت خیال کی تھی۔ (۱۲)

چنانچہ اب مہاراجہ رنجیت سنگھ اور انگریزوں کے باہمی تعلقات کے تعین اور دریائے ستلج کے مشرق میں واقع سکھ ریاستوں کے مستقبل کے متعلق دونوں فریقین میں معائدہ ناگزیر ہو گیا۔ معائدہ طے کرنے کے لیے کئی ماہ تک فریقین میں کشیدگی کے ماحول میں مذاکرات کا سلسلہ چلتا رہا۔ بالآخر ۲۵ اپریل ۱۸۰۹ء کو فریقین کے درمیان امرتسر کے مقام پر دوستی کا معائدہ طے پا گیا۔ ۱۸۰۹ء کے معائدہ امرتسر سے اگرچہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی مشرقی سرحد دریائے ستلج تک معدود ہو گئی تھی (۱۳) تاہم ہندوستان میں ابھرتی ہوئی مستقبل کی بڑی طاقت، انگریزوں سے اس کی دوستی نے اسے توسیع پسندی کے وسیع مواقع مہیا کر دیئے اور اس نے پنجاب کے مسلمان نوابوں اور سرداروں کے علاقوں سمیت کشمیر کی فتح کو اپنا مطمع نظر بنا لیا تھا۔

صوبہ کشمیر ۱۷۵۲ء میں زوال پذیر مغلیہ سلطنت کی عملداری کے بعد حکومت کابل کے زیر تسلط آ گیا تھا۔ کشمیر سے ملحق پہاڑی خطہ کی چھوٹی و بڑی ریاستوں کے حکمران مسلمان تھے۔ لہذا انہوں نے کسی مزاحمت کے بغیر اپنے ہم مذہب کابل کے حکمرانوں کی اطاعت اختیار کر لی تھی۔ احمد شاہ ابدالی کی وفات کے بعد کابل کی حکومت بھی زیادہ عرصہ مستحکم نہ رہ سکی اور سیاسی انارکی وطوائف الملوکی کا شکار ہو گئی تھی۔ ۱۸۰۰ء میں کابل کے حکمران شاہ زمان (1793-1800ء) کے سوتیلے بھائی محمود شاہ نے بغاوت کی اور زمان شاہ کو تخت سے محروم کر کے اس کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر کر اندھا کر دیا تھا۔ (۱۴) تین سال کی جدوجہد کے بعد زمان شاہ کے حقیقی بھائی شجاع الملک نے شاہ محمود کو شکست دے کر گرفتار کر لیا اور خود کابل کے تاج وتخت کا مالک بن گیا۔ شاہ محمود کچھ عرصہ بعد ہی قید سے فرار ہو گیا اور دوبارہ ۱۸۰۹ء میں شاہ شجاع کو

شکست فاش دے کر کابل کا تخت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔(۱۵)

تخت کابل پر قبضہ کے حصول کی اس کشمکش سے پیدا ہونے والی سیاسی انارکی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے شاہ شجاع کے وزیر شیر محمد خان کے بیٹوں کشمیر کے صوبیدار عطاء محمد خان اور اٹک کے والی جہانداد خان نے شاہ محمود کی اطاعت اختیار کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ افغانستان کی یہ سیاسی ابتری مہاراجہ رنجیت سنگھ کی کشمیر کے علاقوں پر توسیع پسندی کی مہم جوئی کے لئے اہم سبب ثابت ہوئی۔ ۱۸۰۸ء میں ہی کشمیر پر مہم جوئی کی منصوبہ بندی کے طور پر اس نے اپنے خفیہ جاسوس کشمیر کی سیاسی صورت حال کا جائزہ لینے اور پنجاب سے کشمیر جانے والی شاہراہ کے متعلق معلومات بہم پہنچانے کے لئے مامور کر دیئے تھے۔(۱۶) پنجاب سے کشمیر جانے والی مختصر ترین اور اہم شاہراہ کشمیر کے جنوب میں واقع پہاڑی خطہ کی ریاستوں راجوری اور بھمبر سے گزرتی تھی۔ مغلیہ حکمرانوں نے ۱۵۸۶ء میں فتح کشمیر کے بعد سے سیاحت کشمیر کے لئے اس شاہراہ کو بکثرت استعمال کیا تھا جس کی وجہ سے اسے مغلیہ شاہراہ یا مغل روٹ کہا جاتا تھا۔(۱۷) کشمیر کو ہندوستان سے ملانے والی اس قریب ترین شاہراہ پر واقع بھمبر اور راجوری نام کی پہاڑی ریاستوں پر بالترتیب چِب اور جرال راجپوت قبائل کی حکمرانی تھی۔

ریاست بھمبر کا حکمران چب راجپوت قبیلہ نسلی لحاظ سے پنجاب کی کوہستانی ریاست کانگڑہ کے حکمران کٹوچ خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ ریاست کانگڑہ کے حکمران راجہ اومیگھ چند کے دور حکمرانی (1390-1405ء) میں اس کا بیٹا نرائن چند کسی وجہ سے ناراض ہو کر بھمبر میں آ کر آباد ہو گیا تھا۔ نرائن چند کے بیٹے چب چند نے اپنی خاندانی وجاہت کو بروئے کار لاتے ہوئے مختصر ترین عرصہ میں اس علاقہ میں اپنی راج گدی قائم کر لی تھی۔ جو اس کے نام سے موسوم چبھال یا چبھال کہلانے لگی تھی۔ راجہ چب چند سے منسوب اس علاقہ یا راج گدی کا اولین طور پر ذکر ۱۳۹۹ء میں امیر تیمور کے دہلی پر حملہ سے واپسی کے سفر کے واقعات میں موضع چبھال کے نام سے کیا گیا ہے۔(۱۸) سلاطین کشمیر (۱۹) کے دور میں پندرھویں صدی عیسوی میں رونما ہونے

والے واقعات خصوصاً جانشینی کی کشمکش ، اندرونی بغاوتوں اور پنجاب کے حکمرانوں کی سلاطین کشمیر سے آویزش کی وجہ سے کی گئی مہم جوئی کے واقعات کے ذکر میں علاقہ بھمبر کا ذکر چب اور چھال نام کی مناسبت سے بکثرت آیا ہے۔ (۲۰) سلطان حیدر شاہ کے دور حکمرانی (72-1470ء) میں کشمیر کی باجگزار پہاڑی ریاستوں کے حکمرانوں نے سرکشی اختیار کی تو شہزادہ حسن کی سرکردگی میں جنوبی کشمیر کی طرف کی گئی لشکر کشی کے واقعات میں مصنف جون راج جموں، گکھڑ، چب اور سوبلن نام کے راجگان کا ذکر کرتا ہے جنہوں نے مزاحمت کے بغیر ہی اطاعت اختیار کر لی تھی اور جب شہزادہ کی خدمت میں وہ حاضر ہوئے تو اس طرح کے سفید لباس میں ملبوس تھے جیسے بطخیں شفاف جھیل میں ہوں۔ (۲۱)

ریاست بھمبر اپنے قیام کے ساتھ ہی عسکری اور سیاسی لحاظ سے مضبوط بنیادوں پر قائم اور مستحکم ہو گئی تھی۔ پندرہویں صدی کے آخری عرصہ میں جب کشمیر میں مذہبی فرقہ بندی کی وجہ سے شیعہ وسنی فسادات پھوٹ پڑے اور عیش وعشرت کے دلدادہ حکمرانوں کی سیاسی اور حکومتی گرفت کمزور ہو گئی تو امراء و وزراء نے حصول اقتدار کے لیے پایہ تخت کو سازشوں کے گڑھ میں تبدیل کر دیا تھا۔ اس سیاسی ابتری اور طوائف الملوکی کے دوران سادات کے گروہ نے پنجاب کے صوبیدار تاتار خان لودھی کو کشمیر پر حملہ کی دعوت دی۔ تاتار خان لودھی لاؤ لشکر کے ہمراہ حملہ آور ہوا تو بھمبر کے حکمران راجہ دھرم چند (۲۲) نے اسے شکست فاش دی اور اسے جانی و مالی نقصان کے بعد پسپا ہونا پڑا تھا۔ سولہویں صدی کی ابتداء تک بھمبر کے حکمرانوں نے ریاست کی حدود کو وسیع تر کر کے عسکری اور جنگی لحاظ سے اس قدر اہمیت حاصل کر لی تھی کہ ریاست ہندوستان کے شمال میں واقع پانچ بڑی ریاستوں میں اس کا شمار ہونے لگا تھا۔ (۲۳)

سولہویں صدی عیسویں کے آغاز میں بھمبر کے حکمران راجہ دھرم چند کو اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کا اسلامی نام شاداب خان (۲۴) رکھا گیا البتہ آپ لوگوں میں بابا شادی شہید کے نام سے مقبول ہوئے۔ آپ کے فرزند اور جانشین راجہ بھوم خان نے راج گدی کے لئے

موجودہ شہر بھمبر کی جگہ کا انتخاب کیا اور وہاں نئی بستی آباد کر کے اسے اپنے نام پر بھوم بر رکھا جو امتدادِ زمانہ کے ساتھ بگڑ کر بھمبر مشہور ہو گیا ہے۔ (۲۵) ۱۵۸۶ء میں مغل حکمران اکبر بادشاہ کی فتح کشمیر کے بعد مغلیہ دور حکمرانی میں راج گدی بھمبر پر چب راجپوت قبیلہ کی حکمرانی حسب سابق برقرار رہی تھی۔ مغلیہ سلطنت کے دور زوال میں سیاسی ابتری پھیلی تو ریاست بھمبر کے جنوب مغربی حصہ میں کھڑی کریالی کے علاقہ پر چب راجپوت قبیلہ ہی سے تعلق رکھنے والی شخصیت راجہ سرخرو خان نے علیحدہ راج گدی قائم کر لی تھی۔ (۲۶)

وادی کشمیر کے جنوب میں واقع دوسری ریاست راجوری کے نام سے منسوب تھی اور اس کے حکمران خاندان کا تعلق جرال راجپوت قبیلہ سے تھا۔ جرال کا لفظ راجہ جے راؤ سے منسوب ہے جو مشرقی پنجاب کی ریاست کلانور کا حکمران تھا۔ راجہ جے راؤ کی چوتھی پشت میں راجہ صاحب سہنہ نے سلطان شہاب الدین غوری کے ہندوستان پر حملوں کے دوران اسلام قبول کیا تھا۔ (۲۷) آپ کے فرزند اور جانشین نور الدین عرف نیل سہنہ نے پنجاب کے ابتر سیاسی حالات اور مغرب سے ہونے والے مسلمان سلاطین کے حملوں کی تباہی سے محفوظ رہنے کے لئے کلانور سے ترک سکونت کر کے راجوری میں اپنی راج گدی قائم کر لی تھی۔ (۲۸) مغلیہ بادشاہ جلال الدین محمد اکبر کی فتح کشمیر کے بعد جرال قبیلہ ترقی اور کامیابی کی شاہراہ پر گامزن ہو گیا۔ اکبر بادشاہ نے راجوری کے راجہ مست ولی خان کی طرف سے فتح کشمیر (۱۵۸۶ء) کے موقع پر مغلیہ فوج کو امداد مہیا کرنے کے صلہ میں اسے مرزا کا خطاب عنایت کیا تھا تاہم راجہ کی عرضداشت پر مرزا کا خطاب عام جرال قبیلہ کو عطاء ہوا جبکہ پہاڑی خطہ کے دستور کے مطابق راجہ مست ولی خان کا لقب حسب سابق راجہ ہی بحال رہا تھا۔ (۲۹)

۱۶۴۴ء میں شاہجہان بادشاہ سیاحت کشمیر کے دوران راجوری پہنچا تو شہزادہ اورنگزیب عالمگیر بھی شاہی لشکر کے ہمراہ تھا۔ بادشاہ نے راجوری کے راجہ تاج الدین خان سے اس کی بیٹی کا رشتہ شاہزادہ کے لئے طلب کیا۔ چنانچہ راجہ کے اقرار پر راج بائی بانو کا نکاح اورنگزیب عالمگیر سے

کر دیا گیا۔ (۳۰) مغلیہ حکمرانوں سے اس قربت و رشتہ داری سے اس خاندان کے سیاسی اثر و رسوخ اور جاہ وحشمت میں مزید اضافہ ہوااور کئی ایک شخصیات کو جاگیروں اور شاہی اعزازات سے نوازہ گیا تھا۔(۳۱)

۱۸۱۰ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی کشمیر پر مہم جوئی کے وقت ریاست راجوری پر اسی قبیلہ کے راجہ اغر خان کی حکمرانی تھی جبکہ چب قبیلہ کی ریاست بھمبر دو حصوں میں منقسم تھی۔ بھمبر جو علاقہ چبھال بھی کہلاتا تھا اس کا حکمران راجہ سلطان خان تھا جبکہ کھڑی کریالی کی راج گدی پر راجہ عمر خان کی حکمرانی تھی۔

کشمیر پر مہم جوئی سے قبل مہاراجہ رنجیت سنگھ وادی کشمیر کے جنوب میں واقع ان ریاستوں کو فتح کرنا اور ان کے حکمرانوں کو مطیع کرنا ضروری خیال کرتا تھا۔ اس مقصد کے لئے ۱۸۱۰ء میں لشکر کشی کا آغاز کیا گیا۔ اولین طور پر کھڑی کریالی کی ریاست پر حملہ کیا گیا۔ جنوبی کشمیر میں واقع ان تینوں ریاستوں کے حکمران مسلمان ہونے کے ناطے نہ صرف دینی وملی رشتہ سے منسلک تھے بلکہ بھمبر اور کھڑی کریالی کے حکمران نسلی لحاظ سے ایک ہی قبیلہ سے تعلق بھی رکھتے تھے۔ جنوبی کشمیر کے یہ تینوں حکمران مہاراجہ رنجیت سنگھ کی توسیع پسندی کے خلاف متحدہ محاذ قائم کر لیتے تو یقیناً اپنی داخلی خودمختاری کو محفوظ بنانے کے علاوہ کشمیر پر تسلط جمانے کے مہاراجہ کے عزائم کو بھی ناکام بنا سکتے تھے۔ تاہم وہ کسی بھی قسم کا متحدہ محاذ قائم نہ کر سکے اور انفرادی طور پر مہاراجہ کی سکھ فوجوں کے خلاف برسرپیکار رہے تھے۔

کھڑی کریالی کے حکمران راجہ عمر خان نے فتح وکامرانی کے جذبہ سے سرشار سکھ فوج کے حملوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا تاہم پسپائی اختیار کر کے یکے بعد دیگرے اسے سکھ چین پور اور جوئیاں کے قلعوں سے دستبردار ہونا پڑا تھا۔ بالآخر وہ پسپا ہو کر قلعہ منگلا میں چلا گیا۔ سکھ فوجوں نے قلعہ کا محاصر کر لیااور کئی ماہ کے محاصرہ کے بعد فریقین میں صلح کے لئے گفت وشنید کا آغاز ہوا۔ ابھی معائدہ طے نہ پایا تھا کہ راجہ عمر خان کا انتقال ہوگیااور مہاراجہ رنجیت سنگھ نصف ریاست اس

کے فرزند راجہ اکبر علی خان کو تفویض کرنے پر رضا مند ہو گیا تاہم ابھی چھ ماہ ہی گزرے تھے کہ راجہ اکبر علی خان بھی وفات پا گیا۔ لہذا بقیہ نصف ریاست کو بھی سکھ ریاست میں شامل کر لیا گیا۔ راجہ کے بھائی امیر خان کو چار ہراز کی جاگیر دی گئی اور اس کے رشتہ داروں راجہ شیر جنگ خان اور عظیم اللہ خان کو بالترتیب تین تین ہزار کی جاگیر عطاء کر دی گئی۔ (۳۲) اس طرح عملی طور پر ۱۸۱۰ء میں ہی ریاست کھڑی کریالی کا خاتمہ ہو گیا۔ ریاست کھڑی کریالی کے انہدام کے ساتھ ہی مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بھمبر کے حکمران راجہ سلطان خان کے خلاف مہمات کا آغاز کر دیا تھا۔

راجہ سلطان خان انتہائی بہادر، دوراندیش اور اولوالعزم حکمران تھا۔ اس نے پنجاب میں سکھ قوم کی بڑھتی ہوئی جنگی کارروائیوں اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے توسیع پسندانہ عزائم کا خطرہ بھانپ کر بھمبر کے قلعوں کی مضبوطی اور جنگی قوت کو بہتر بنانے کے لئے متعدد اقدامات کئے تھے۔ قبل ازیں مقامی روایت کے مطابق دشمن کے حملہ کے وقت مقامی جاگیردار اور منڈیوں کے سربراہ، جو رائے کہلاتے تھے، (۳۲) پیادہ اور سوار فوج کے دستے مہیا کرتے جو راجہ کے ماتحت فوجی سپاہ کے ہمراہ دشمن کا مقابلہ کرتے تھے۔ راجہ سلطان خان نے اس روائیتی طریقہ کے برعکس فوج میں اضافہ کا فیصلہ کیا جس سے اردگرد کی ریاستوں کے جوان بھی بھمبر کی فوج میں شامل ہونے لگے تھے۔ چنانچہ ریاست جموں کے حکمران خاندان کے کئی ایک جوان بھی راجہ بھمبر کی فوج میں آکر بھرتی ہو گئے تھے۔ ان میں گلاب سنگھ بھی شامل تھا۔ (۳۳) جسے بعد ازاں انگریزوں نے مہاراجہ کا خطاب عطاء کیا اور ۱۶ مارچ ۱۸۴۶ء کے معائدہ امرتسر کے تحت وہ ریاست جموں وکشمیر کا حکمران بن گیا تھا۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ۱۸۱۰ء میں حاکم گجرات فقیر عزیز الدین کو حکم دیا کہ بھمبر اور راجوری وغیرہ علاقوں کو مطیع کرنے کے لئے کارروائی شروع کرے۔ فقیر عزیز الدین مہاراجہ کے حکم پر ایک پلٹن فوج اور توپ خانہ کے ہمراہ پیشقدمی کر کے بھمبر پہنچا اور راجہ سلطان خان کو پیشکش کی کہ مہاراجہ کو باج دینا قبول کر لے اور اطاعت اختیار کرتے ہوئے اس کی ملازمت اختیار کر لے تو اس کا علاقہ ضبط نہ کیا جائے گا۔ راجہ سلطان خان نے مہاراجہ کی ملازمت اختیار کرنے کو حقیر جا

نتے ہوئے انکار کر دیا تاہم اظہار اطاعت کے طور پر اپنے بیٹے فیض طلب خان کو مہاراجہ کی خدمت میں روانہ کیا اور باج دینا بھی قبول کر لیا۔(۳۴)فقیر عزیز الدین نے اقرار کیا کہ راجہ سلطان خان اطاعت کے طور پر مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہو جائے تو اس کی عزت و آبرو میں فرق نہ آئے گا اور اس کا علاقہ حسب سابق اس کے تصرف میں رہنے دیا جائے گا۔ راجہ سلطان خان اس وعدہ پر فقیر کے ہمراہ مہاراجہ کی خدمت میں حاضری کے لئے روانہ ہوا مگر راستہ میں اسے حراست میں لے لیا گیا۔ تاہم ملاقات کے بعد راجہ سلطان خان کے صدق اور اخلاص کا مہاراجہ کو یقین ہو گیا تو اسے رہا کر دیا گیا۔ (۳۵) راجہ سلطان خان کی سرگرمیوں کی نگرانی اور وہاں سے باج کی وصولی کے لئے محکم چند کو بطور دیوان بھمبر میں مامور کیا گیا تھا۔ راجہ سلطان خان نے کچھ عرصہ کے لئے محاذ آرائی سے اجتناب کیا اور اظہار اطاعت کے طور پر مہاراجہ کی خدمت میں نقد رقوم اور ہنڈی کی شکل میں نذرانہ بھیجتا رہا۔(۳۶) دیوان محکم چند نے جب راجہ سلطان خان کے خلاف معاندانہ کارروائیوں اور سازشوں کا آغاز کیا تو آپ کے جذبہ حریت نے ریاست کی عسکری استعداد میں اضافہ کرنے پر آپ کو مجبور کر دیا۔ آپ نے بھمبر کی حدود میں واقع قلعہ جات کو مضبوط کر کے ان میں موجود فوج کی تعداد میں اضافہ کرنا شروع کر دیا۔ راج گدی بھمبر کی پشت پر واقع پہاڑ کے قلعہ باغسر کو گرمائی راج گدی کے طور پر آباد کر کے وہاں پر بھی فوج متعین کر دی گئی تھی۔ (۳۷)

دیوان محکم چند کو راجہ سلطان خان کی اس تیاری کا علم ہوا تو وہ بارہ ہزار فوج کے ہمراہ بھمبر پر حملہ آور ہو گیا۔ راجہ سلطان خان نے براہ راست مقابلہ سے اجتناب کیا اور بھمبر کی بالائی وادی نوشہرہ کی طرف چلا گیا۔ دیوان مذکور وادی نوشہرہ تک گیا تاہم شدید بارش اور برف باری کی وجہ سے اس نے راجہ سلطان خان کے سسرال میں سے ایک شخص اختیار خان کو بھمبر کی راج گدی تفویض کر کے پسپائی اختیار کی اور واپس پنجاب کی طرف چلا گیا۔ دیوان کی مراجعت پر راجہ سلطان خان پہاڑوں سے اتر کر دوبارہ بھمبر چلا آیا۔ راجہ اختیار خان آپ کے خلاف ساز باز میں مصروف رہتا تھا لہٰذا کچھ عرصہ بعد ہی اسے راجہ سلطان خان کے ایماء پر قتل کر دیا گیا۔ اختیار خان

کے اہل خانہ کی شکایت پر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بھمبر پر لشکر کشی کا حکم دیا تاہم حاکم گجرات فقیر نورالدین کی وساطت سے راجہ سلطان خان نے مہاراجہ کی اطاعت کا اقرار کرلیا چنانچہ سولہ ہزار روپیہ نذرانہ اور ریاست کی کل آمدنی کا نصف مہاراجہ کو پیش کرنے کی شرائط پر صلح کا معائدہ طے پا گیا۔ (۳۹)

دیوان محکم چند کے بجائے اب فقیر نورالدین حاکم گجرات کو بھمبر کی دیوانی پر مامور کیا گیا تھا۔ فقیر نورالدین اور راجہ سلطان خان کے درمیان کسی قسم کی محاذ آرائی یا اختلاف پیدا نہ ہوا۔ راجہ سلطان خان نے کشیدگی سے پاک اس ماحول سے فائدہ اٹھا کر اپنی عسکری اور جنگی صلاحیتوں کو بہتر بنانے کی طرف توجہ دی۔ راجوری کے راجہ اغر خان کے ساتھ آپ کے تعلقات پہلے ہی دوستانہ اور خیر سگالی پر مبنی تھے۔ آپ نے ناظم کشمیر عطاء محمد خان سے بھی رابطہ کیا اور بارہ ہزار روپیہ بطور امداد طلب کیا۔ (۴۰) تاکہ قلعہ جات کو مضبوط بنا کر فوج کی تعداد میں اضافہ کیا جا سکے۔ بد اندیش ناظم کشمیر نے اس کی استدعا کو درخور اعتناء نہ جانا اور راجہ سلطان خان محدود وسائل میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی توسیع پسندی کے خلاف سد راہ بنا رہا۔

۱۸۱۲ء میں بھمبر کا علاقہ شہزادہ کنور کھڑک سنگھ کو بطور جاگیر تفویض کیا گیا تھا۔ اس نے لالہ کشن سہائے کو بھمبر کا دیوان مقرر کیا۔ وہ چار پلٹن نصف فوج تعدادی پانچ سو سوار و پیادہ کے ہمراہ بھمبر پہنچا اور راجہ سلطان خان کے زیر قبضہ قلعہ جات کا بزور طاقت قبضہ حاصل کرنا شروع کر دیا۔ راجہ سلطان خان نے کچھ عرصہ تک اس کے معاندانہ رویہ کو برداشت کیا۔ آخر کار فریقین میں لڑائی کا سلسلہ شروع ہو گیا اور لالہ کشن سہائے کو وادی نوشہرہ کے مقام پیر بڈھیسر کی لڑائی میں شکست سے دو چار ہونا پڑا۔ (۴۱) عوام و خواص نے سکھ فوج پر مختلف مقامات پر شدید حملے کیے۔ لالہ کشن سہائے حوصلہ ہار گیا و راس نے راجہ سلطان خان سے سلسلہ جنبانی شروع کر کے پنجاب کی طرف واپسی کا محفوظ راستہ دینے کا مطالبہ کر دیا۔ راجہ سلطان خان نے اسے کمان گوشہ کے راستہ سے واپسی کی تجویز دی اور خود مختصر راستہ اختیار کر کے مقامی زمینداروں کے ہمراہ تنگ

پہاڑی درہ پر پوزیشن سنبھال کر بیٹھ گیا۔ چنانچہ سکھ فوج جب اس تنگ درہ سے گزرنے لگی تو چاروں اطراف سے ان پر اس شدت سے حملہ کیا گیا کہ سکھ فوج بدحواس ہو کر بھاگ اٹھی۔ کثیر تعداد فوج پہاڑ سے نیچے گر کر تباہ ہو گئی اور لالہ کشن سہائے بھاگتا ہوا گرفتار ہو گیا۔ (۴۲)

سکھ فوج کی تباہی و بربادی کی خبر سکھ دربار لاہور میں پہنچی تو مہاراجہ رنجیت سنگھ اس خبر پر آگ بگولہ ہو گیا۔ دیوان کشن سہائے کو اگرچہ راجہ سلطان خان نے رہا کر دیا تھا پھر بھی مہاراجہ کی آتش انتقام سرد نہ ہوئی اور اس نے شہزادہ کھڑک سنگھ کی قیادت میں چار پلٹن پیادہ فوج پانچ سو سوار دستے ہمراہ توپ خانہ بھمبر پر حملہ کے لئے روانہ کیا۔ دیوان محکم چند شہزادہ کے اتالیق اور نائب کی حیثیت سے فوجی دستوں کی کمان کر رہا تھا۔ دیوان کے بھمبر پہنچنے پر دونوں فریقین میں جھڑپوں کا آغاز ہو گیا۔ ابتدائی دو ایام کی جھڑپوں میں سکھ توپ خانہ مسلسل گولہ باری کرتا رہا تاہم تیسرے دن فیصلہ کن لڑائی میں سکھ فوج کو شکست فاش ہوئی اور وہ گجرات کی طرف پسپا ہو گئی۔ مصنف کنہیا لال ہندی تیسرے روز کی لڑائی کے واقعات میں تحریر کرتا ہے۔

> تیسرے روز سلطان خان سوار ہو کر سکھی فوج پر آپڑا اور بنادیق سے جنگ شروع ہوئی۔ اتفاقاً اس وقت سکھی فوج میدان میں اور سلطان خان اونچے مقام پر تھا۔ اس نے بے شمار سکھ قتل کر ڈالے اور بڑھتا ہوا چلا آیا۔ سکھ پسپا ہوتے چلے گئے جب نہایت دشمن کا زور ہو گیا تو سکھ شکست فاش کھا کر بھاگے اور پانچ میل تک دم نہ لیا۔ (۴۳)

دیوان محکم چند گجرات سے مزید کمک اور تازہ دم فوجی دستوں کے ہمراہ دوبارہ بھمبر پر حملہ آور ہو گیا۔ کئی روز تک فریقین میں جھڑپیں ہوتی رہیں بالآخر صلح کے لئے گفت وشنید کی گئی۔ دیوان کی طرف سے مذاکرات کے لئے سردھا رام کو مامور کیا گیا تھا۔ سردھا رام نے راجہ سلطان خان کو ترغیب و تحریص سمیت سکھ فوج کی جنگی قوت اور عسکری صلاحیت سے خوفزدہ کرنے کی کوشش کی اور صلح پر آمادہ کرنا چاہا۔ راجہ سلطان خان نے صلح کے لئے شرط پیش کی کہ اسے تحریری طور پر عہد

دیا جائے کہ اس کے عزت و احترام میں فرق آئے گا اور نہ ہی اس کا علاقہ ضبط کیا جائے گا۔ دیوان محکم چند نے راجہ کے مطالبہ پر عہد نامہ تحریر کر کے بھیج دیا جس پر اعتماد کر کے راجہ سلطان خان اظہار اطاعت کے لئے مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بظاہر راجہ سلطان خان کا ادب و احترام کیا اس کے مرتبہ کے مطابق اسے کرسی پیش کی گئی اور انعام واکرام سے نوازہ گیا۔ تاہم چند دن بعد اچانک اسے گرفتار کر کے قید کر لیا گیا۔(۴۴) راجہ سلطان خان کی گرفتاری کی خبر بھمبر پہنچی تو وہاں تعینات سکھ فوج پر کئی ایک مقامات سے حملوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ بدامنی اور جنگ و جدل کا یہ سلسلہ کئی ماہ تک جاری رہا۔ اسی عرصہ میں ناظم کشمیر عطاء محمد خان نے کابل کے حکمران شاہ محمود کی اطاعت سے انحراف کر رکھا تھا۔ شاہ محمود کے وزیر فتح خان نے مہاراجہ رنجیت سنگھ سے ملاقات کر کے سکھ فوج کی مدد سے کشمیر پر حملہ کا منصوبہ تیار کیا۔ (۴۵) کشمیر پر حملہ کے لئے بھمبر اور راجوری کی شاہراہ کا انتخاب کیا گیا تھا۔ کشمیر پر حملہ آور فوج کو محفوظ راستہ اور سامان رسد مہیا کرنے کے لئے بھمبر میں امن وامان بحال کرنا ضروری تھا۔ لہٰذا راجہ سلطان خان کو اچانک قید سے رہا کر دیا گیا۔

جنوری ۱۸۱۳ء میں جب وزیر فتح خان سکھ فوجی دستوں کی مدد سے کشمیر پر حملہ آور ہوا تو ابتداء میں بھمبر، راجوری اور اکھنور کے راجاؤں نے حملہ آور فوج کے ساتھ تعاون سے لیت ولعل سے کام لیا تاہم وزیر فتح خان نے کابل کے بادشاہ محمود شاہ کی طرف سے کشمیر پر حملہ کا اختیار نامہ دکھایا۔(۴۶) جس پر انہوں نے اعتبار کر کے کشمیر کی اس مہم میں ساتھ دیا اور وزیر فتح خان کشمیر پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ گورنر عطاء محمد خان شکست کھا کر سرینگر سے بھاگ گیا اور وزیر فتح خان کے بھائی محمد عظیم کو گورنر کشمیر تعینات کر دیا گیا۔ کابل کی سیاسی ابتری اور طوائف الملوکی، ناظم کشمیر کی پہاڑی خطہ کے راجاؤں کو درپیش حالات سے مکمل لاتعلقی، مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فتوحات اور سکھ ریاست کی حدود میں روز بروز توسیع راجہ سلطان خان کی حوصلہ شکنی کا باعث بن رہی تھی چنانچہ اس نے مہاراجہ رنجیت سنگھ سے محاذ آرائی سے اجتناب کر کے کچھ عرصہ تک سکھ فوجوں

کے ہمراہ جنگی خدمات سرانجام دینا شروع کر دی تھیں۔

قلعہ اٹک پر قبضہ کے لئے سکھ فوج اور کابل کی افغان فوجوں کے درمیان معرکہ آرائیاں جاری تھیں۔ راجہ سلطان خان سکھ فوج کی مدد کے لئے کئی موقع پر اٹک کی فتح کے لئے لڑی جانے والی لڑائیوں میں شامل ہوا۔ (۴۷) تاہم وہ ذہنی طور پر مہاراجہ کے ساتھ تعاون کی پالیسی سے مطمئن نہ تھا اور کسی کے حکم کو خاطر میں نہ لاتا تھا حتیٰ کہ مہاراجہ کی ناراضگی کی پرواہ کئے بغیر ہی وہ محاذ جنگ سے واپس بھی چلا آتا تھا۔ (۴۸) مہاراجہ رنجیت سنگھ راجہ سلطان خان کی جوانمردی اور جرات و بہادری سے بخوبی آگاہ تھا۔ لہذا اس نے راجہ سلطان خان کو اپنا مطیع اور مددگار بنانے کے لئے نوازشات سمیت اسے قید و بند کرنے کے حربوں کو بھی بروئے کار لانے سے دریغ نہ کیا تھا۔

۲۷ اکتوبر ۱۸۱۴ء کو دربار لاہور میں منعقدہ تقریب میں راجہ سلطان خان پر خوب نوازشات کی گئی تھیں۔ آپ کو دربار آمد پر کرسی پر بٹھایا گیا۔ کئی سو روپے کا سروارنہ (سر کا نذرانہ) کیا گیا۔ چاندی کے ہودہ والا ہاتھی اور سنہری لگام والا گھوڑا عنایت کیا گیا۔ لاہور میں رہائش کے لیے ڈیوڈھی (حویلی) اور خطیر رقم بطور الاؤنس منظور کر کے باقاعدہ درباری کا رتبہ عطاء کیا گیا۔ (۴۹) راجہ سلطان خان کا ذاتی محافظ دستہ ہمیشہ اس کے ہمراہ رہتا تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی نوازشات سے جب آپ کو اطمینان ہو گیا اور کسی قسم کا خطرہ نہ رہا تو آپ نے ذاتی محافظ دستہ کا بڑا حصہ واپس بھمبر روانہ کر دیا۔ راجہ سلطان خان کے اس اطمینان اور بے فکری کے بعد اچانک اس کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا گیا۔ (۵۰)

بھمبر میں ایک بار پھر عوام و خواص نے سکھ فوج پر حملے شروع کر دیے اور مسلح بغاوت کا آغاز ہو گیا۔ راجہ سلطان خان کا بھائی راجہ شاہد خان باغی دستوں کی قیادت کر رہا تھا۔ وہ کئی ایک مقامات پر سکھ دستوں پر حملہ آور ہوا اور معرکہ آرائی کے بعد پہاڑی خطہ میں روپوش ہو جاتا تھا۔ (۵۱) اس صورت حال کے پیش نظر مہاراجہ کے بااعتماد درباریوں نے کئی ایک مرتبہ راجہ سلطان خان کی رہائی کی سفارش بھی کی لیکن مہاراجہ کو راجہ سلطان خان کی وفاداری پر یقین نہ آتا

تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ رہائی کے بعد وہ پھر راجوری کے راجہ اغر خان کی طرح میرے خلاف سرگرمیوں میں ملوث ہو جائے گا۔ (۵۲) چنانچہ راجہ سلطان خان اپنے خاندان کے بعض افراد سمیت ۱۸۱۹ء تک دربار لاہور کی قید میں رہا تھا۔

راجہ سلطان خان کی طرف سے بھرپور مزاحمت اور عدم تعاون کی وجہ سے مہاراجہ رنجیت سنگھ ۱۸۱۲ء تک بھمبر کے علاقوں سے آگے پیشقدمی نہ کر سکا تھا۔ ۱۸۱۲ء کے وسط میں پہلی مرتبہ بھمبر میں تعینات سکھ فوج کے کمانڈر بھائی رام سنگھ نے راجوری پر حملہ کیا۔ راجوری کی سرحدیں علاقہ پونچھ اور کشمیر سے ملحق تھیں نیز ناظم کشمیر اور راجہ پونچھ سے بوقت ضرورت راجہ اغر خان کو فوجی مدد میسر رہتی تھی۔ چنانچہ بھائی رام سنگھ کی فوج کے مقابلہ پر راجہ اغر خان کی حمایت میں کشمیر اور پونچھ کی افواج بھی میسر آ گئیں اور رام سنگھ کا حملہ پسپا کر دیا گیا۔ (۵۳)

مہاراجہ رنجیت سنگھ کشمیر پر قبضہ کا شدید خواہش مند تھا۔ پنجاب سے کشمیر پر حملہ آور ہونے کے لئے بھمبر اور راجوری کے علاقوں کی فتح اور وہاں کے راجاؤں اور زمینداروں کو مطیع کئے بغیر یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے راجوری کے راجہ اغر خان کو پیغام بھیجا اور واضح کیا کہ ہم آپ سے دوستانہ تعلقات چاہتے ہیں آپ کی ریاست سے ہمیں کوئی غرض نہ ہے۔ راجہ اغر خان نے مصلحت کے تحت اسی جذبہ سے جواب تحریر کیا اور واضح کیا کہ مہاراجہ کا اتحادی اور فرمانبردار رہنے میں اسے کوئی اعتراض نہ ہے۔ (۵۴)

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بھمبر اور راجوری پر تسلط جمانے کے لئے کئی طرح کے ہتھکنڈے استعمال کیے تھے۔ اس نے ترغیب و تحریص سمیت طاقت کے بل بوتے پر ان علاقوں کے راجاؤں کو خوفزدہ کر کے مطیع کرنے کے لئے فوجی کارروائی جاری رکھی۔ ستمبر ۱۸۱۲ء میں ان علاقوں پر کنور کھڑک سنگھ کی قیادت میں لشکر کشی کی گئی کئی ایک مقامات پر شدید جھڑپوں اور معرکہ آرائی کے بعد اس نے راجوری پہنچ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ قلعہ میں محصور فوج پر توپ خانہ سے شدید گولہ باری کی گئی اور بالآخر محصورین کی طرف سے اطاعت اختیار کرنے پر علاقہ کا کنٹرول حاصل کر لیا

گیا۔(۵۵) راجہ اغر خان نے اطاعت اختیار کرنے میں عافیت خیال کرتے ہوئے باج ادا کرنا قبول کرلیا تھا۔

۱۸۱۳ء کے آخر میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے کشمیر کی فتح کے لئے مہم جوئی کا ارادہ کیا۔اس مقصد کے لئے وادی کشمیر کے دروں کی حفاظت پر مامور جاگیرداروں اور اردگرد کے علاقوں کے راجاؤں کے نام حملہ کی تیاری کرنے کے پیغامات اور مکتوب ارسال کر دیے گئے ۔(۵۶) ۲۲ جنوری ۱۸۱۴ء کو راجوری اور اکھنور کے راجاؤں کے نام خطوط تحریر کیے گئے اور انہیں دیوان محکم چند اور اس کے ہمراہ دیگر سرداروں سے مشورہ کر کے کشمیر کی مہم کے لئے تعاون کی تاکید کی گئی تھی ۔(۵۷) بھمبر کے راجہ سلطان خان کو اس مہم جوئی سے باہر رکھا گیا اور اسے لاہور میں آکر مہاراجہ سے ملاقات کرنے کا کہا گیا تھا۔امکان غالب یہی ہے کہ اسے لاہور بلا کر کشمیر کی اس مہم کے دوران زیر حراست رکھا گیا تھا۔ (۵۸)

مئی ۱۸۱۴ء میں کنور کھڑک سنگھ کی کمان میں سکھ فوجوں نے کشمیر کی فتح کے لیے پیشقدمی شروع کر کے راجوری اور گردونواح کے علاقوں میں اپنے کیمپ قائم کر لئے تھے ۔کنور کھڑک سنگھ اس مہم کو جلد از جلد پایہ تکمیل تک پہنچانے کا مشتاق تھا اور اس نے کئی موقع پر مہاراجہ رنجیت سنگھ کی خدمت میں حاضر ہو کر استدعا کی تھی کہ اسے مکمل یقین ہے کہ وہ کشمیر کو فتح کر لے گا لہذا اسے کشمیر پر حملہ کی اجازت مرحمت کی جائے ۔(۵۹)

مہاراجہ رنجیت سنگھ ۵ جون کو بھمبر پہنچا اور ۹ جون کو اس نے نوشہرہ میں جا کر قیام کیا۔ وہاں سکھ سرداروں اور کمانڈروں سے اہم ملاقات کے بعد راجوری کے راجہ اغر خان اور پونچھ کے راجہ روح اللہ خان کے نام خطوط تحریر کیے گئے اور انہیں فی الفور مہاراجہ کی خدمت مین حاضر ہونے کی تاکید کرتے ہوئے خبردار کیا گیا تھا کہ اگر انہوں نے لیت ولعل سے کام لیا تو کشمیر کی فتح سے قبل ان سے سختی سے نپٹا جائے گا۔(۶۰)

راجہ اغر خان نے راجوری کی جنوبی سرحد پر ناریاں کے مقام پر مہاراجہ رنجیت سنگھ سے

ملاقات کی اور اسے اپنی وفاداری اور حمایت کی مکمل یقین دہانی کروائی۔ راجہ اغر خان کے نذرانہ پیش کرنے پر مہاراجہ نے بھی اسے خلعت اور قیمتی تحائف سے نوازہ تھا۔ مہاراجہ اس یقین دہانی کے بعد راجوری میں آکر قیام پذیر ہوا اور راجہ اغر خان کے مشورہ پر راجوری سے فوج کو تین حصوں میں تقسیم کر کے کشمیر کی طرف پیشقدمی شروع کی گئی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ بغاوت پر آمادہ پونچھ کے راجہ روح اللہ کی سرکوبی کرنے اور فتح پونچھ کے بعد شوپیاں میں دوسرے سکھ فوجی دستوں سے ملنے کا خیال لئے روانہ ہو گیا۔(۶۱)

کشمیر کی طرف پیشقدمی پر مامور سکھ فوج دو حصوں میں منقسم پیر پنجال کے پہاڑ کو عبور کر کے مختلف اطراف سے وادی میں داخل ہو گئی تاہم گورنر کشمیر محمد عظیم خان کی افغان فوج سے انہیں زبردست مزاحمت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ پونچھ میں راجہ روح اللہ کے باغی دستوں کے ساتھ معرکہ آرائی میں الجھا رہا۔ دریں اثناء گورنر کشمیر نے راجہ اغر خان سے قاصدوں کے ذریعہ رابطہ کر کے اسے اپنی حمایت پر آمادہ کر لیا تھا۔(۶۲)

مہاراجہ رنجیت سنگھ توشہ میدان میں راجہ روح اللہ اور گورنر کشمیر کی فوجوں میں گھیرا ہوا تھا کہ اسے سکھ کمانڈر رام دیال کی طرف سے اطلاع ملی کہ مدد کے لیے مزید کمک روانہ کی جائے۔ مہاراجہ نے کسی قسم کے خطرہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بھائی رام سنگھ کی قیادت میں پانچ ہزار گھوڑ سوار اور پیادہ فوج رام دیال کی مدد کے لئے روانہ کر دی۔(۶۳) شدید بارش اور ژالہ باری شروع ہو گئی، گرم آب و ہوا کی عادی سکھ فوج سردی سے ٹھٹھرنے لگی، رسل و رسائل کا نظام درہم برہم ہو گیا اور سامان خورد نوش کی شدید قلت پیدا ہو گئی۔ ان حالات میں راجہ اغر خان اور راجہ روح اللہ خان نے سکھ فوج پر شدید ترین حملے کئے۔ عام کپڑوں میں ملبوس راجہ اغر خان کے سپاہیوں نے مقامی زمینداروں کے ہمراہ درآمد شدہ اناج کو لوٹنا شروع کر دیا۔ یوں سکھ فوج بدحالی اور فاقوں کا شکار ہو گئی۔(۶۴)

مہاراجہ رنجیت سنگھ کا رام دیال کے زیر کمان لڑنے والے سکھ دستوں سے رابطہ منقطع ہو

چکا تھا۔ ان حالات میں راجہ اغر خان نے مہاراجہ اور اس کی سکھ فوج پر دباؤ ڈالنے کے لئے، کشمیر میں رام دیال کی کمان میں، محصور سکھ فوج کی شکست کی جھوٹی خبر پھیلا دی تھی ۔ یہ حکمت عملی کارگر ثابت ہوئی اور اس خبر پر سکھ فوج حوصلہ ہار گئی اور اس نے پسپائی کا راستہ اختیار کرلیا۔ (۶۵)

سکھ فوج کے کمانڈر کی طرف سے گورنر کشمیر محمد عظیم خان کو صلح کی اطلاع پہنچائی گئی تو اس نے سکھ فوج کا محاصرہ ختم کر دیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ پونچھ سے براستہ منڈی، سہڑہ پنجاب کی طرف روانہ ہوگیا اور رام دیال اور بھائی رام سنگھ کی زیر کمان فوج نے راجوری کی طرف واپسی کا سفر اختیار کرلیا تھا۔ راجہ روح اللہ اور پونچھ کے زمینداروں نے راستہ میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی زیر کمان فوج کو کئی مقامات پر گھیر کر حملے کیے اور شدید جانی و مالی نقصان پہنچایا۔ سکھ فوج کی اس پسپائی میں بعض نامور کمانڈر اور سردار لڑتے ہوئے مارے گئے ۔ ان میں سپہ سالار بہادر میت سنگھ پدھانیہ، گور بخش سنگھ دھاری اور دیسہ سنگھ مان بھی شامل تھے۔ (۶۶)

مہاراجہ رنجیت سنگھ علاقہ کوٹلی میں داخل ہوا تو منگرال راجپوت قبیلہ کے مقامی جاگیرداروں اور راجاؤں نے سکھ فوج پر حملے کر کے اسے شدید نقصان پہنچایا۔ آخر فقیر عزیز الدین نے میرپور کی جاگیر چلایار کے دیوان کرم اللہ خان کی والدہ رانی سردار قلی سے مدد کے لئے رابطہ قائم کیا رانی سردار قلی علاقہ کی با اثر خاتون تھی اور ان کے میکے کوٹلی منگرالاں میں تھے۔ لہٰذا ان کی مداخلت پر سکھ فوج کو محفوظ راستہ فراہم ہوگیا۔ (۶۷) اس طرح ۱۱ اگست ۱۸۱۴ء کو براستہ بھمبر مہاراجہ لاہور پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو کشمیر کی اس مہم میں اس قدر تباہی و بربادی کا سامنا کرنا پڑا تھا کہ وہ اس مہم کو یاد کر کے کانپ جایا کرتا تھا۔ (۶۸)

مہاراجہ رنجیت سنگھ اس شکست کا ذمہ دار راجہ اغر خان کو خیال کرتا تھا۔ چنانچہ اسے سبق سکھانے اور اس کے ملک کو پامال کرنے کے لئے اکتوبر ۱۸۱۵ء میں راجوری پر لشکر کشی کی گئی ۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ حملہ آور فوج کو رہنمائی فراہم کرنے اور کمک دینے کے لئے بھمبر میں مقیم رہا۔ دیوان رام دیال، ہری سنگھ نلوہ اور دل سنگھ کی قیادت میں سکھ فوج نے راجوری پر حملہ آور ہو کر شہر کا

محاصرہ کرلیا۔ کئی روز تک فریقین میں جھڑپیں جاری رہیں تاہم سکھ فوج کو خاطر خواہ کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ چنانچہ لاہور سے بھاری توپیں منگوا کر قلعہ پر گولہ باری کی گئی۔ راجہ اغر خان مقابلہ کی تاب نہ لا کر شہر سے فرار ہو کر علاقہ کوٹلی کی طرف چلا گیا۔ فوج اور اہل شہر کو راجہ کے فرار کی خبر ملی تو انہوں نے بھی شہر کو خالی کر دیا۔ فاتح سکھ فوج نے شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور شہر کو آگ لگا دی گئی۔ (۶۹) تاہم سکھ فوج کی واپسی کے بعد راجہ اغر خان دوبارہ راجوری چلا آیا اور از سر نو شہر کی تعمیر کر کے حکمرانی کرتا رہا۔

کشمیر فتح کرنے کی مہاراجہ رنجیت سنگھ کی دیرینہ خواہش تھی۔ اس مقصد کے لیے جنوبی کشمیر کے مسلمان راجاؤں کو ابھی تک ہمنوا بنانے میں وہ ناکام رہا تھا۔ بالآخر اگست ۱۸۱۸ء میں اس کی یہ خواہش اس وقت برآئی جب کابل کے حکمران شاہ محمود کے وزیر فتح خان کی آنکھیں نکال کر اسے قید کر دیا گیا۔ ناظم کشمیر محمد عظیم خان اپنے بھائی کے ساتھ ہونے والے اس ظالمانہ سلوک کا بدلہ لینے کے لئے کثیر تعداد فوج کے ہمراہ کابل روانہ ہو گیا اور چھوٹے بھائی جبار خان کو گورنر کشمیر کی ذمہ داری تفویض کر گیا۔ (۷۰) کشمیر کے عوام و خواص افغان حکمرانوں کے ظالمانہ رویہ اور سخت گیری سے تنگ آچکے تھے۔ محمد عظیم خان نے لگان کی وصولی کی ذمہ داری پنڈت فرقہ کی تین شخصیات بیربل در، مرزا پنڈت اور سکھ رام کو تفویض کر رکھی تھی۔ اول الذکر بیربل در کے ذمہ ایک لاکھ روپیہ لگان واجب الادا تھا۔ جب گورنر کشمیر نے بقایا لگان کی وصولی کے لئے اس پر سختی کی تو وہ شدید سردی کے موسم میں وادی کشمیر سے فرار ہو کر لاہور دربار میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ پنڈت بیربل در نے مہاراجہ کو کشمیر پر حملہ کی ترغیب دی اور کشمیری عوام کی مدد و حمایت کی یقین دہانی کرواتے ہوئے اپنے بیٹے راج کاک کو فتح کی ضمانت کے طور پر مہاراجہ کے سپرد کر دیا تھا۔ (۷۱)

حکومت کابل سیاسی انتشار اور طوائف الملوکی کا شکار تھی۔ کشمیر کی داخلی سیاسی صورت حال ابتر تھی اور کشمیر سے ملحقہ پہاڑی خطہ کے راجاؤں اور جاگیرداروں سے دوستانہ مراسم استوار

کرنے والا ناظم کشمیر محمد عظیم خان ایک بڑے افغان لشکر کے ہمراہ کابل روانہ ہو چکا تھا۔ وادی کشمیر کا با اثر ہندو پنڈت بیربل در کشمیر کی فتح کی یقین دہانی کے طور پر مہاراجہ کو ہر لحہ کشمیر پر لشکر کشی کی دعوت دے رہا تھا۔ گویا کشمیر کی فتح کے لئے ماحول ساز گار بن چکا تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا حوصلہ بڑھا اور اس نے کشمیر پر حملہ کی تیاری کا آغاز کر دیا۔

راجوری اور بھمبر کے راجاؤں کو اعتماد میں لینا ضروری تھا لہذا اس کے لئے مختلف ہتھکنڈے استعمال کیے گئے۔ راجوری کے راجہ اغر خان اور اس کے بھائی رحیم اللہ خان کے درمیان اختلاف سے فائدہ اٹھا کر مختلف شخصیات کے ذریعہ رحیم اللہ خان سے مہاراجہ کا رابطہ قائم ہو چکا تھا لہذا اسے اطاعت اختیار کرنے اور فتح کشمیر میں مدد دینے کے صلہ میں ریاست راجوری کا راجہ بنانے کی پیش کش کی گئی تھی۔ (۷۲) بھمبر کا راجہ سلطان خان ۱۸۱۵ء سے مسلسل لاہور میں نظر بند اور قید چلا آرہا تھا۔ کابل کے داخلی سیاسی انتشار اور ناظم کشمیر کے عدم تعاون پر مبنی رویہ سے وہ سخت نالاں تھا۔ (۷۳) چنانچہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے امراء و وزراء کے مشورہ پر فتح کشمیر کی لشکر کشی کے لئے راجہ سلطان خان کی رضامندی حاصل کرنے اور اسے رہا کرنے کے لئے گفت وشنید شروع کر دی تھی۔ آپ کو قلعہ چونڈہ میں رانی سدا کور کی نگرانی میں قید رکھا گیا تھا۔ رانی سدا کور نے رہائی کی پیشکش کے ساتھ آپ کو ریاست کے ایک بڑے حصے پر بحال کرنے کے بدلے فتح کشمیر میں مدد پر آمادہ کر لیا۔ آپ نے اسوقت کے دستور کے مطابق حلفاً اپنی وفاداری کا مہاراجہ کو عہد دیا۔ آپ کو خلعت فاخرہ عطا کرتے ہوئے ایک ہزار روپیہ نقد خرچہ اور پانچ سو بیلداروں کے ساتھ بھمبر روانہ کیا گیا تاکہ شاہراہ کشمیر کی درستگی اور فوج کی مدد کا کام کیا جا سکے۔ (۷۴) راجوری پر ابھی تک راجہ اغر خان کی حکمرانی تھی لہذا معتبر شخصیات کے ذریعہ اس سے رابطہ کر کے اس کی وفاداری بھی حاصل کی گئی اور راجہ نے رسم کوہستان کے مطابق سفید کاغذ پر زعفران کا پنجہ لگا کر تحریر بھیج دی کہ آئندہ کبھی نافرمانی نہ کرے گا۔ (۷۵)

۲۶ فروری ۱۸۱۹ء کو مہاراجہ رنجیت سنگھ کشمیر پر لشکر کشی کے ارادہ سے لاہور سے روانہ ہوا۔ مصر دیوان چند کو ہراول دستہ کا انچارج بنایا گیا تھا جبکہ کنور کھڑک سنگھ فوج پیادہ و سوار اور توپ خانہ

کے ہمراہ اس کے پیچھے براستہ جموں روانہ کیا گیا۔ مہا راجہ خود ریزرو فوج کے ساتھ بھمبر میں قیام پذیر ہو گیا۔ راجہ سلطان خان مصر دیوان چند کے ہمراہ رہنمائی اور فوج کو سامان رسد کی فراہمی پر مامور تھا۔ سکھ فوج نے راجوری کے علاقہ میں پہنچ کر مقامی لوگوں سے دست اندازی کی تو راجہ اغر خان مصر دیوان چند سے اختلاف کر کے اس سے علیحدہ ہو گیا۔ مہا راجہ کے حکم پر اس کو گرفتار کرنے کی کوشش کی گئی تو وہ روپوش ہو گیا۔ اس کے بھائی رحیم اللہ خان کا پہلے ہی مہا راجہ سے رابطہ تھا۔ اس نے مہا راجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی اطاعت و فرمانبرداری کی یقین دہانی کروائی تو مہا راجہ نے اسے راجگی کا خطاب بخش کر راجوری روانہ کر دیا۔ (۷۶)

راجہ سلطان خان سکھ فوج کی بھرپور معاونت کر رہا تھا۔ پونچھ کے حکمران راجہ امیر محمد خان اور جاگیر دار زبردست خان نے راجہ سلطان خان کی کوشش سے سکھ فوج کی مزاحمت ترک کر دی تھی۔ (۷۷) مصر دیوان چند کسی بڑی رکاوٹ کے بغیر پیر پنجال کے پہاڑ کو عبور کر کے ۵ جولائی کو شوپیاں کے مقام پر پہنچ گیا۔ ناظم کشمیر جبار خان افغان فوج کے ہمراہ مقابلہ پر آیا اور شدید ترین لڑائی کے بعد شکست سے دوچار مظفر آباد کے راستہ کابل روانہ ہو گیا۔ ۱۵ جولائی ۱۸۱۹ء کو سکھ فوج سرینگر میں فاتحانہ طور پر داخل ہو گئی۔ (۷۸) کشمیر پر سکھ دور حکمرانی کا آغاز ہو گیا جو ۱۸۴۶ء تک قائم رہا حتیٰ کہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ۱۶ مارچ ۱۸۴۶ء کے معاہدہ امرتسر کی رو سے جموں و کشمیر کے علاقے جموں کے مہا راجہ گلاب سنگھ کے ہاتھ پچھتر لاکھ روپیہ رائج الوقت (نانک شاہی) میں فروخت کر دیئے۔ (۷۹) یوں ہندوستان کے شمال مغرب میں جموں و کشمیر کے نام سے نئی ریاست وجود میں آ گئی جس پر جموں کے ڈوگرہ خاندان کی ایک سو سال (1846-47) تک حکمران قائم رہی تھی۔ متنوع طبعی خصوصیات کی حامل ریاست جموں و کشمیر کا انتہائی خوبصورت ترین حصہ وادی کشمیر پر مشتمل ہے۔ وادی کشمیر کے مسحور کن فطرتی حسن کا جادو ہی ہے کہ اکثر و بیشتر مصنفین اور یورپی باشندے ریاست جموں و کشمیر کے لئے صرف کشمیر کا نام ہی استعمال کرتے ہیں۔ (۸۰)

چاروں اطراف سے بلند و بالا پہاڑی سلسلوں میں گھری وادی کشمیر کو خارجی حملہ آوروں کی جارحیت سے محفوظ رکھنے کے لئے پہاڑی سلسلوں میں آباد مختلف اقوام و قبائل نے ہمیشہ سیسہ

پلائی دیوار کا کام دیا ہے۔ البتہ ماضی میں وادی کشمیر کے مقامی حکمرانوں کی عاقبت نا اندیشی اور کوتاہ بینی سے جب کبھی ریاست داخلی انتشار اور سیاسی انارکی کا شکار ہوئی اور پہاڑی خطہ کے قبائل و اقوام نے کسی وجہ سے خارجی حملہ آوروں کو محفوظ راستہ فراہم کر دیا تو وادی کشمیر چشم زدن میں بیرونی جارحیت کا شکار ہوگئی تھی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو سکھ ریاست کے قیام اور اس کی حدود میں توسیع کے لئے پنجاب اور اس کے ملحقہ علاقوں کی ریاستوں کو سرنگوں کرنے میں شاید ہی کسی کے خلاف اتنی طویل جدوجہد کرنا پڑی تھی کہ جس قدر کشمیر پر تسلط جمانے کے لئے کرنا پڑی تھی۔ کشمیر کی فتح کی خواہش کی تکمیل کے لئے اسے دس سال (19-1808) برسر پیکار رہنا پڑا تھا۔ کشمیر پر اس توسیع پسندی کے خلاف جنوبی کشمیر کے مسلمانوں نے سدراہ کا فریضہ سرانجام دیا تھا۔

کابل پر اگر پائیدار و مستحکم حکومت قائم رہتی اور گورنر کشمیر کو شاہ کابل کی مکمل حمایت و پشت پناہی حاصل ہوتی تو جنوبی کشمیر کے مسلمان مہاراجہ رنجیت سنگھ کی کشمیر پر توسیع پسندی کے خلاف کسی مصلحت کا شکار ہوئے بغیر سیسہ پلائی دیوار ثابت ہوتے۔ دہلی اور کابل کے مسلمان حکمرانوں کی روز بروز گرتی ساکھ اور سیاسی انتشار سے بددل اور ناامید پنجاب کے مسلمان نوابوں اور سرداروں کی طرح راجوری اور بھمبر کے مسلمان راجاؤں نے طویل جدوجہد اور مزاحمت کے بعد اگرچہ مصلحت کے تحت سکھ ریاست کی اطاعت اختیار کر لی تھی تاہم دلی طور پر وہ اس اطاعت شعاری پر مطمئن نہ تھے۔ ان کی اس کیفیت کو الیگزینڈر برنیر یوں بیان کرتا ہے۔

> There is no frontier of the Punjab that bears the yoke of the Seiks(sikhs) so unwillingly as the hill states that form its northern boundary. They were formerly ruled by a tribe of Rajpoots. ....who retained the Hindu title of Raja.. Most of these have been displaced: those of Rajour and Bhimber (two of the principal states) are now confined in chains at Lahore.(81)

بھمبر اور راجوری کے مسلمان راجاؤں نے طویل عرصہ تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور جان و مال کی قربانیاں پیش کر کے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی کشمیر پر توسیع پسندی کے خلاف

جدو جہد جاری رکھی تھی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ بھرپور لشکر کشی اور مہم جوئی سے ان علاقوں کے عوام و خواص کی اپنی حمایت پر آمادہ نہ کر سکا تو اس نے سازش کا جال پھیلا کر راجوری کے راجہ اغر خان کے بھائی رحیم اللہ خان سے ساز باز کی اور اسے راجوری کی راجگی کی پیشکش کے ذریعہ فتح کشمیر کی مہم جوئی پر آمادہ کرلیا تھا۔ راجہ اغر خان نے اس کے باوجود ہمت نہ ہاری۔ جذبہ حریت اور خودداری کے اس پیکر عظیم نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے آگے سرنگوں ہونے سے انکار کر دیا۔ اس نے کئی ماہ تک سکھ تسلط کے خلاف علم بغاوت بلند رکھا اور گوریلہ کارروائیوں سے مسلمان عوام و خواص کو آزادی و خود مختاری کی راہ پر گامزن رکھا تھا۔ بالآخر مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حکم پر جموں کے راجہ گلاب سنگھ نے کئی ماہ تک راجہ اغر خان کا تعاقب کیا اور مئی ۱۸۲۰ء میں آپ کو گرفتار کر کے لاہور روانہ کر دیا گیا۔ جہاں طویل قید کے دوران آپ کا انتقال ہو گیا تھا۔ (۸۲)

راجہ سلطان خان نے طویل عرصہ کی قید و بند، دہلی و کابل کی حکومتوں کی زوال پذیری اور حکمرانوں کی عاقبت نا اندیشی سے مایوس ہو کر وقتی مصلحت کے تحت مہاراجہ رنجیت سنگھ کی اطاعت اختیار کر کے فتح کشمیر کی مہم جوئی میں معاون و مددگار کا کردار ادا کیا تھا تاہم سکھ ریاست کی توسیع پسندی کو آپ نے کبھی بھی دل سے قبول نہ کیا تھا یہی وجہ ہے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ حسب سابق آپ کو اپنا دشمن و حریف خیال کرتا رہا تھا۔ بالآخر وہ اس مقصد میں کامیاب ہو گیا اور اس کی ترغیب پر جموں کے راجہ گلاب سنگھ نے راجہ سلطان خان کو شکار کے بہانے جموں آنے کی دعوت دے کر وہاں گرفتار کر کے آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر کر کے اندھا کیا اور آپ کو قلعہ باہو میں قید تنہائی میں ڈال دیا تھا۔ اسی قید کے دوران آپ کا انتقال ہو گیا تھا۔ (۸۳)

جنوبی کشمیر کے ان عظیم سپوتوں کے حالات زندگی اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کی توسیع پسندی کے خلاف ان کی قیادت میں جنوبی کشمیر کے مسلمانوں کی جدوجہد تاریخ کشمیر کے واقعات میں سنہری باب کا اضافہ ہے۔ اس سے حریت فکر، جذبہ آزادی، خودداری، وطن پرستی اور دینی و ملی حمیت و غیرت کا لازوال درس ملتا ہے۔

☆☆☆☆

حوالہ جات

حواشی وحوالہ جات

۱۔ نریندر کرشن سنہا، رنجیت سنگھ، مترجم:۔ کیلاش چند چودھری، (لاہور، تخلیقات، 1992ء)، 168۔

۲۔ سید محمد لطیف، تاریخ پنجاب، مترجم:۔ افتخار محبوب، (لاہور، تخلیقات، 1994ء)، 487۔

۳۔ سیتا رام کوہلی، مہاراجہ رنجیت سنگھ، (الہ آباد، ہندوستان اکیڈمی، 1933ء)، 12۔

4. Hari Ram Gupta, *History of the Sikhs, vol-IV*,(New Dehli,Munshiram Manoharlal Publishers Pvt. Ltd.,1982),515.

۵۔ سیتا رام کوہلی، مہاراجہ رنجیت سنگھ، 22

۶۔ ایضاً، 40. Hari Ram Gupta, *History of the Sikhs*, vol-II,155.

۷۔ سیتا رام کوہلی، مہاراجہ رنجیت سنگھ، 43

۸۔ ایضاً، 71-70۔ سید محمد لطیف، تاریخ پنجاب، 75-673

9. Hari Ram Gupta, *History of the Sikhs*, vol-v,30.

۱۰۔ سیتا رام کوہلی، مہاراجہ رنجیت سنگھ، 77

۱۱۔ ایضاً، 92

۱۲۔ سید محمد لطیف، تاریخ پنجاب، 727

۱۳۔ منشی عبدالکریم، واقعات درانی، ترجمہ: میر وارث علی سیفی، (لاہور، پنجابی ادبی اکیڈمی، 1963)، 187

14. Alexander Burnes, *Travels into Bokhara and A voyage on The Indus vol.II*,(Karachi, oxford university press,1975),299.

۱۵۔ نریندر کرشن سنہا، رنجیت سنگھ، مترجم: کیلاش چند چودھری، 59

16. Hari Ram Gupta, *History of the Sikhs, vol-v,* (New Dehli,Munshiram Manoharlal Publishers pvt. Ltd. 1991),121.

۱۷۔ خوش دیو مینی، مغل روڈ، تاریخی پس منظر، ماہنامہ شیرازہ، (سرینگر، مارچ 1989، جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف کلچر اینڈ لینگویجز)، 9

۱۸۔ شرف الدین علی یزدی، ظفر نامہ، جلد دوم، تصحیح و اہتمام: محمد عباسی، (تہران، مؤسسہ مطبوعاتی امیر کبیر، ۱۳۳۶ھ)، 131

۱۹۔ کشمیر پر ہندو راجاؤں کی حکمرانی رہی تھی۔ بدھ مت کے پیرو کار رنچن شاہ نے ۱۳۲۰ء میں اسلام قبول کیا تو اس کا اسلامی نام صدر الدین رکھا گیا۔ صدر الدین نے زوال پذیر ہندو شاہیہ کو ختم کر کے کشمیر میں اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ اس کے جانشینوں نے اپنے لئے سلطان کا لقب اختیار کیا۔ سلاطین کشمیر کی حکمرانی ۱۵۸۶ء میں مغلیہ بادشاہ جلال الدین محمد اکبر کی فتح کشمیر تک قائم رہی تھی۔ اس کے بعد کشمیر کو مغلیہ سلطنت کا صوبہ قرار دیا گیا اور وہاں گورنر تعینات کیا جاتا تھا۔

20- Jogesh Chander Dutt, (trans.), *The Kings of Kashmir, Ragatarangini of Jonaraja, Shirvara, Prajya bhatta and Shuka*, (Delhi, Gian Publishing house,1986),114,198,327.

21. Ibid., 198.

۲۲۔ تاریخ فرشتہ میں بھمبر کے حکمران کا نام راجہ دہش یا ہنس لکھا ہے۔ ریاست بھمبر کے راجاؤں کے شجرہ نسب میں کسی راجہ دہش یا ہنس کا ذکر نہیں ملتا۔ البتہ راجہ دھرم چند کا ذکر ملتا ہے۔ جنہیں قبول اسلام کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ آپ کا اسلامی نام راجہ شاداب خان تھا البتہ آپ عام طور پر بابا شادی شہید کے نام سے منسوب ہیں اور بھمبر کے مشہور روحانی شخصیت شمار ہوتے ہیں۔ آپ کا مزار بھمبر شہر کے شمال میں پہاڑی پر واقع ہے۔ تاتار خان لودھی کے کشمیر پر

حملہ اور راجہ دہش کی طرف سے مزاحمت کے حوالہ کے لئے تاریخ فرشتہ میں تفصیل ملاحظہ ہو۔
(John Briggs, (trans.), *Histroy of the rise of the Mohommedan power in India till 1621 A.D.,translated from the original persian of Mahomed Kasim Ferishta*, vol.IV, (Lahore, Sang-e-Meel publications, 1974),483.)

23. Ibid., 483.

۲۴۔ راجہ شاداب خان المعروف بابا شادی شہید کے قبول اسلام اور شہادت کے واقعات سمیت بھمبر میں اشاعت اسلام کے لیے آپ کی کوششوں کی تفصیل کے لئے راجہ عبدالرحمٰن کا مضمون "باب الکشمیر بھمبر میں اشاعت اسلام" ملاحظہ کریں۔ (راجہ عبدالرحمٰن، باب الکشمیر بھمبر میں اشاعت اسلام، دوماہی مجلّہ تہذیب، (مظفرآباد، کشمیر اکیڈمی، ستمبر۔اکتوبر 2001)،9۔)

۲۵۔ مجر سنگھ چب، *تاریخ راجگان بھمبر وقوم چبھال*، (جموں، پرتاب پریس، 1926)،36۔، پراسپکٹس گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج بھمبر آزاد کشمیر، تعارف بھمبر، 01۔

۲۶۔ محمد اعظم بیگ *تواریخ گجرات*، (لاہور، وکٹوریہ پریس، 1868ء)،599۔

۲۷۔ ظفراللہ خان، *راجگان راجور*، (لاہور، پبلشرز ندارد، 1909ء)،140۔

۲۸۔ خوش دیو مینی *مکمل تاریخ راجوری*، (جموں، مبارک پرنٹنگ پریس، 1998)،48-147۔

29. J. Hutchison and J.Ph. Vogel, *History of the Punjab Hill States*, Vol-II, (Lahore, Govt. Printing, 1933),685.

30. Ibid.,686. 31. Ibid.,687-88. 32. Ibid., 728.

33. Carmichael Symth, *A History of the Reigning family of Lahore, with some account of the Jammu Rajahs*, (Lahore,Government of the west Pakistan,1961),264.

۳۴۔ سوھن لعل سوری، *عمدۃ التواریخ دفتر دوم، روزنامچہ مہاراجہ رنجیت سنگھ*، (لاہور، گنیش پرکاش، 1888ء)،101۔

۳۵۔ کنھیا لال ہندی، تاریخ پنجاب، مرتبہ کلب علی خان فائق، (لاہور، مجلس ترقی ادب، 1989)، 213۔

۳۶۔ سوھن لعل سوری، عمدۃ التواریخ دفتر دوم، 115,103۔

۳۷۔ مہر سنگھ چِب، تاریخ راجگان بھمبر وقوم چبھال، 69۔

۳۸۔ ایضاً، ص۔72۔، مفتی علی الدین، عبرت نامہ، جلد اول، (لاہور، پنجابی ادبی اکادمی، 1961ء)، 425۔

۳۹۔ ایضاً۔، 425۔

40. G.T Vigne, *Travels in Kashmir, Ladakh Iskardu the Countries adjoining the mountain course of Indus and Himalaya, North of Punjab*, vol.II, (Karachi,Indus Publications,1987),239.

۴۱۔ مفتی علی الدین، عبرت نامہ، جلد اول، 428-29

۴۲۔ ایضاً۔، 429۔

۴۳۔ کنھیا لال ہندی، تاریخ پنجاب، مرتبہ کلب علی خان فائق، 218۔

۴۴۔ ایضاً۔، 219۔

45. Hari Ram Gupta, *History of the Sikhs,* Vol.V,(New Dehli, Munshiram Manoharlal Publishers, 1982),122.

46. H.L.O.Garrett, *Events at the Court of Maharaja Ranjit Singh1810-17*, (Lahore, Punjab Government Records, 1935),56.

47. Ibid., 128,132. 48. Ibid., 132.

49. Hari Ram Gupta, *Histry of the Sikhs*, Vol-V,61, Shahamat Ali,The Sikhs and Afghans, Immediately

before and after the death of Ranjeet Singh,(London, John Murray, 1847),97., H.L.O.Garrett, *Events at the count of Mahraja Ranjeet Singh 1810-17,197.*

50. Ibid., 97.

51. H.L.O.Garrett, *Events at the court of Maharaja Ranjeet Singh*1810-17,225,271-72.

52. Ibid., 222,233

53. Shahmat Ali, *Sikhs and Afghans*, 97-98.

۵۴۔ خوش دیو مینی، مکمل تاریخ راجوری، 296۔

55. H.L.O Grarrett, Events at the Court of Maharaja Ranjeet Singh 1810-17,49.

56. Ibid., 118. 57. Ibid., 149.

۵۸۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار کے روزنامچہ کے اندراجات اور دیگر ہمعصر تحریروں اور تواریخ میں فروری سے ستمبر 1814ء کے درمیانی عرصہ کے واقعات میں راجہ سلطان خان کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔ راجہ سلطان خان 1815ء کے بعد 1819ء کی ابتداء تک قید میں رہا تھا۔ اس سے قبل کے عرصہ میں کئی بار اسے لاہور میں زیر حراست یا نظر بند رکھا گیا تھا۔ چنانچہ قید و حراست کا یہ عرصہ چھ سے سات سال بیان کیا جاتا ہے۔ لہٰذا امکان اغلب ہے کہ اس خدشہ کے پیش نظر کہ وہ 1814ء کی مہم کشمیر کے دوران راجوری کے راجہ اغر خان کے تعاون سے بغاوت نہ کر دے یا یہ کہ راجہ راجوری کو راجہ سلطان خان کی حراست سے خوفزدہ کر کے تعاون پر آمادہ کرنا مقصود ہوگا۔ چنانچہ ان معروضی حالات کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ راجہ سلطان خان کو اس عرصہ میں لاہور میں زیر حراست رکھا گیا ہوگا۔

(H.L.O Garrett, Events at the Court of Mahraja Ranjeet Singh 1810-17,149.,

Shahamet Ali, Sikhs and Afghans, 97., Anonymous Author, History of the Panjab of the Sikhs and the rise ,

Progress and present condition of the Sikhs, vol-II, (London, wm.H.Allen & Co. 1848),310.)

59. H.L.O Garrett, *Events at the Court of Mahraja Ranjeet Singh* 1810-17,167,169.

60. Ibid., 175.

61. Hari Ram Gupta, *Histry of the Sikhs*, vol-V,125.

62. J. Hutchison and J.Ph. Vogel, *History of the Punjab Hill States*, Vol-II,691.

۶۳۔ سید محمد لطیف، تاریخ پنجاب، 765۔

64. J. Hutchison and J.Ph. Vogel, *History of the Punjab Hill States*, Vol-II,691. Anonymous Author, *History of the Panjab of the Sikhs and the rise , Progress and present condition of the Sikhs*, vol-II,25.

۶۵۔ کنھیا لال ہندی، تاریخ پنجاب، مرتبہ۔ کلب علی خان فائق، 239۔

۶۶۔ سید محمد لطیف، تاریخ پنجاب، 766۔

۶۷۔ دیوان کرپا رام، گلاب نامہ، (سرینگر، بمطبع تحفہ کشمیر، 1932 بکرمی)، 115۔

68. Hari Ram Gupta, *Histry of the Sikhs,* vol-V,127.

69. Ibid., 128., J. Hutchison and J.Ph. Vogel, *History of the Punjab Hill States,*Vol-II,691,

کنھیا لال ہندی، تاریخ پنجاب، مرتبہ۔ کلب علی خان فائق، 239۔

70. Anonymous Author, *History of the Panjab of the Sikhs*, 440.

71. G,M. Sufi, *Kashir*, Vol-I,(Lahore, universty of Punjab 1949,),334.

72. H.L.O Garrett, *Events at the Court of Maharaja Ranjeet Singh* 1810-17,257., J. Hutchison and J.Ph. Vogel, *History of the Punjab Hill States*,Vol-II,691-92

۷۳۔ مفتی علی الدین ،عبرت نامہ، 452۔

۷۴۔ سوہن لعل سوری ،عمدۃ التواریخ دفتر دوم، 255۔

۷۵۔ کنھیا لال ہندی ،تاریخ پنجاب ، 267۔

۷۶۔ ایضاً ۔ 268۔

۷۷۔ سوہن لعل سوری ،عمدۃ التواریخ دفتر دوم، 255۔

78. Hari Ram Gupta, *History of the Sikhs*, vol-V,129-30., Anonymous Author, *History of the Panjab of the Sikhs*, 52-53.

۷۹۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے انتقال کے بعد پنجاب کی سکھ ریاست بہت جلد سیاسی انتشار اور انارکی کا شکار ہوگئی تھی۔ درباری امراء کی سازش سے سکھ فوج دسمبر ۱۸۴۵ء میں دریائے ستلج عبور کر کے برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کے زیر تسلط علاقوں پر حملہ آور ہوگئی ۔ اس جنگ میں سکھ فوج کو شکست ہوئی اور فروری ۱۸۴۶ء کو انگریز فوج لاہور پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ سکھ دربار لاہور سے صلح کے معائدہ میں جنگ کا تاوان ڈالا گیا تھا۔ تاوان کی عدم ادائیگی پر دربار لاہور نے سکھ ریاست میں شامل جموں وکشمیر کے علاقہ جات تاوان کے طور پر کمپنی کو تفویض کر دیئے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ۱۶ مارچ ۱۸۴۶ء کو امرتسر میں جموں کے مہاراجہ گلاب سنگھ کے ساتھ طے پانے والے معائدہ کے ذریعہ یہ علاقہ جات ۷۵ لاکھ نانک شاہی میں ہمیشہ کے لئے اسے اور اس کی اولاد نرینہ کو بطور ریاست تفویض کر دیے تھے۔

(عہد نامہ امرتسر فیما بین سرکار انگلیشیہ و مہاراجہ گلاب سنگھ ،مرقومہ ۱۶ مارچ ۱۸۴۶ء ، لاہور ، پنجاب آرکائیوز) ،آئٹم نمبر ۹)

80. Frederic Drew, *The Jammu and Kashmir territories*,(Karachi,Indus Publications,1980),2.

81. Alexander Burnes, *Travels into Bukhara and a Voyahe on the Indus*, Vol-II, (Karachi, oxford university press 1975),294.

82. Anonymous Author, *History of the Panjab of the Sikhs and the rise , Progress and present condition of the Sikhs*, vol-II,55.

83. Shahamat Ali, *Sikhs and Afghans*, 101.,G.T Vigne, *Travels in Kashmir, Ladakh Iskardu, Vol-I,239.*,

نرسنگداس نرگس، تاریخ جدید ڈوگرہ دیس، (جموں، چاند پبلشرز، 1967)، 128۔